علّامہ دلاور حسین سعیدی مرحوم

سلیم منصور خالد

بنگلہ دیش کے ممتاز عالم دین، کرشماتی شخصیت، شان دار خطیب، بنگلہ دیش جماعت اسلامی کے نائب امیر، سابق ممبر بنگلہ دیش پارلیمنٹ اور مفسر قرآن علّامہ دلاور حسین سعیدی ۱۴/اگست ۲۰۲۳ء کو جیل کی کال کوٹھڑی سے، دل کے دورے کے بعد تشویشناک حالت میں ہسپتال منتقل ہونے کے چند گھنٹوں بعد انتقال کر گئے، انا للّٰہ وانا الیہ رٰجعون!

جناب دلاور حسین سعیدی کی عمر ۸۴ برس تھی۔ وہ ۲ فروری ۱۹۴۰ء کو ضلع فیروز پور کے گاؤں سید کھلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گرامی یوسف سعیدی ممتاز عالم دین تھے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ سرسینا عالیہ مدرسہ سے عالم اور ۱۹۶۲ء میں کھلنا کے عالیہ مدرسہ سے کامل کی سند لی۔ وہ قرآن، حدیث، فقہ، فلسفہ، معاشیات، خارجہ تعلقات، نفسیات اور ادبیات کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ اسی طرح بنگلہ کے علاوہ اُردو، عربی، فارسی اور انگریزی میں مطالعہ کی قابلیت رکھتے تھے۔ بنگالی، اُردو اور عربی میں بڑی روانی سے خطاب فرماتے تھے۔ آپ سولہ بلند پایہ کتب کے مصنف تھے۔ دلاور سعیدی بنگلہ دیش بننے کے گیارہ برس بعد ۱۹۸۲ء میں جماعت اسلامی کے رکن بنے، ۱۹۸۹ء میں جماعت کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے اور تھوڑے عرصے بعد بنگلہ دیش جماعت اسلامی کے نائب امیر مقرر ہوئے۔ وہ اس ذمہ داری پر آخری لمحے تک فائز رہے۔ ضلع فیروز پور، حلقہ نمبر ایک سے ۱۹۹۶ء اور پھر ۲۰۰۱ء میں بھاری اکثریت کے ساتھ ممبر پارلیمنٹ منتخب ہوئے۔ یاد رہے کہ اس حلقے میں ہندو آبادی بنگلہ دیش کے کسی بھی حلقے سے زیادہ ہے۔

۱۹۶۷ء سے انھوں نے اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، اور آخری قید سے پہلے بنگلہ دیش کے علاوہ دنیا کے تقریباً ۵۰ ممالک میں درس و تعلیم کے لیے سفر پر گئے۔

درسِ قرآن میں وہ قرآنی آیات کی تفسیر اس انداز سے کرتے کہ سامعین کو یوں لگتا جیسے ہر آیت، ایک ایک فرد کو پکار رہی ہے، جھنجھوڑ رہی ہے اور دین کے لیے کام پر اُبھار رہی ہے۔ اسی لیے بچّے، جوان، بزرگ، خواتین و حضرات لاکھوں کی تعداد میں ان کے دروس میں شرکت کرتے۔ انھیں جلسے کے انعقاد کے لیے کسی اشتہار یا اعلان کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، بلکہ فیصلہ ہوتے ہی سینہ بہ سینہ یہ خبر پورے علاقے میں خوشبو کی طرح پھیل جاتی۔ انھوں نے جماعت اسلامی کو بنگلہ دیش کی عوامی جماعت بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ وہ علّامہ اقبال کے کلام کے حافظ تھے اور مولانا مودودی سے محبت رکھتے تھے۔

علّامہ دلاور حسین سعیدی کو بھارت کی پشت پناہی میں قائم عوامی لیگی حسینہ واجد حکومت نے جعلی، من گھڑت اور افسانوی الزامات کے تحت ۲۹ جون ۲۰۱۰ء کو گرفتار کیا اور جیل میں لے جاتے ہوئے کہا: ''جماعت کو چھوڑنے کا اعلان کردو تو مقدمہ واپس لے لیں گے''۔ مگر انھوں نے اس پست درجے کی سودے بازی کا حصّہ بننے سے انکار کردیا۔ عوامی لیگی حکومت کے قائم کردہ نام نہاد 'انٹرنیشنل کرائمز ٹریبونل' کے جج فضل کبیر نے اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ سعیدی صاحب کے گواہوں کو سنے بغیر یک طرفہ طور پر ۲۸ فروری ۲۰۱۳ء کو سوا بارہ بجے انھیں سزائے موت سنائی۔ اس اعلان پر سرکاری وکیل نے کہا: ''سعیدی کے لیے موت کی سزا کا حکم نامہ سن کر بہت خوشی ہوئی ہے''۔ اگلے ہی لمحے ڈھاکا میں کمیونسٹوں کے اخبار ڈیلی اسٹار کے انٹرنیٹ ایڈیشن نے سرخی جمائی: Sayeedy to be hanged، اور انڈین ٹیلی ویژن NDTV نے بار بار یہ خبر نشر کی: Senior Jamaat Leader Sayeedy gets Death Sentence.

نام نہاد جج نے جب سزائے موت کا فیصلہ سنایا، تب سعیدی صاحب نے جو ہاتھ میں قرآن تھامے ہوئے تھے، کٹہرے سے ٹریبونل کے جج کو مخاطب کرکے مضبوط لہجے میں کہا: ''میں نے ان میں سے کوئی جرم نہیں کیا اور آپ نے یہ فیصلہ اپنے دل اور دماغ کی گہرائی اور انصاف کی زبان سے نہیں سنایا۔ میں اپنا معاملہ اللہ کی عدالت پہ چھوڑتا ہوں'' اور کسی قسم کی گھبراہٹ کے بجائے باوقار انداز سے چلتے ہوئے قیدیوں کی ویگن میں قدم رکھا۔ سعیدی صاحب کے وکیل بیرسٹر عبدالرزاق نے صحافیوں سے کہا: ''علّامہ سعیدی، عدل و انصاف کے قلم سے نہیں بلکہ بے انصافی، جھوٹ اور سفاکی کے خنجر سے، ایک گھناؤنے سیاسی انتقام کا نشانہ بنائے گئے ہیں''۔ سعودی اخبار نے لکھا:

’’سعیدی کی پھانسی کے فیصلے نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ ٹریبونل ایک کینگرو کورٹ ہے‘‘ (سعودی گزٹ، ۷ مارچ ۲۰۱۳ء)۔ ایک سال قبل ’امریکن سوسائٹی آف انٹرنیشنل لا‘ ۲۱ جون ۲۰۱۱ء کی رپورٹ نے اس ٹریبونل کی قانونی حیثیت کو مضحکہ خیز قرار دے کر مسترد کر دیا تھا۔ اس فیصلے کی خبر سنتے ہی پورے بنگلہ دیش میں احتجاجی ہنگامے پھوٹ پڑے، جس میں ۱۵۰ سے زیادہ مظاہرین پولیس فائرنگ سے شہید ہوگئے۔ وکلا نے سپریم کورٹ میں اپیل کی، جس نے ۱۷ ستمبر ۲۰۱۴ء کو سزائے موت کو تادمِ مرگ جیل میں قید کی صورت تبدیل کر دیا۔

جناب سعیدی کے مقدمے کا ایک شرمناک پہلو یہ ہے کہ ضلع فیروز پور میں ۱۹۷۱ء میں ایک ہندو کے قتل کا الزام بھی ان پر لگایا گیا۔ لیکن اس مقتول کے بھائی سکرنجن بالی نے سرکاری گواہ بن کر، سعیدی صاحب کے خلاف گواہی دینے کے بجائے، تمام زورزبردستی کے باوجود اُن کے حق میں گواہی دینے کا فیصلہ کیا اور کہا: ’’علّامہ سعیدی ہمارے محسن ہیں اور ہمیں ان سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ اُن پر میرے بھائی کے قتل کا الزام جھوٹا ہے، پچھلے چالیس برسوں میں ہم نے سعیدی صاحب پر یہ الزام لگانے کا کبھی سوچا تک نہیں‘‘۔ یہ گواہی دینے کے لیے سکرنجن ۵ نومبر ۲۰۱۲ء کو خصوصی ٹریبونل پہنچ گیا، جہاں گیٹ ہی سے نامعلوم افراد نے اسے اغوا کرلیا۔ اخبار New Age نے پانچ ماہ بعد اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں بتایا: ’’پولیس کی برانچ (Deductive Branch) نے سکرنجن کو اغوا کرلیا، اور پھر چھ ہفتے کی غیرقانونی حراست کے بعد دسمبر ۲۰۱۲ء میں اسے انڈین بارڈر سیکورٹی فورس (BSF) کے سپرد کر دیا، جس نے ڈم ڈم جیل، کلکتہ میں اسے قید کر دیا۔ مارچ ۲۰۱۳ء سے کسی طرح اس کے خاندان کو اس بات کا علم ہوا تو وہ انڈیا پہنچے، جنھیں ۸ جون ۲۰۱۳ء کو سکرنجن بالی نے بتایا: ’’مجھے بنگلہ دیش کی نقاب پوش خفیہ پولیس نے اغوا کر کے ایک سیل میں پہنچایا اور کہا: ’’تم سعیدی کے حق میں کیوں گواہی دیتے ہو؟ اس نے تو پھانسی کی سزا پانی ہی ہے، مگر اس طرح تم بھی قتل کر دیئے جاؤ گے‘‘۔ بالی نے بتایا: ’’مجھے بنگلہ دیشی خفیہ پولیس اہل کاروں نے کہا: ’’تمھیں سعیدی کے بڑے بیٹے ’بلبل سعیدی نے ورغلایا ہے‘‘، حالانکہ وہ بے چارا مئی ۲۰۱۲ء ہی میں پولیس کے دعوے کے مطابق ہارٹ اٹیک سے فوت ہوگیا۔ اگرچہ مجھے ہارٹ اٹیک والے پولیس کے اس دعوے پر بھی شک ہے۔ میں نے کہا: ’’مجھے کسی نے نہیں ورغلایا، میں ایک بے گناہ فرد کے خلاف

جھوٹی گواہی دینے کو جرم سمجھتے ہوئے ایسا کرنے سے انکار کر رہا ہوں‘‘۔

اس شرمناک مثال پر برطانیہ کے معتبر رسالے The Economist نے اپنی رپورٹ میں لکھا: ’’اسرائیل کی خفیہ پولیس نے ۱۹۶۱ء میں ارجنٹائن سے جرمن ایل ایچ مین کو اغوا کرکے اسرائیل پہنچایا، ۲۰ سال پرانے ہولوکاسٹ جنگی جرائم کا ذمہ دار قرار دے کر مقدمہ چلایا۔ بالکل اسی طرح بنگلہ دیش میں ’انٹرنیشنل کرائمز ٹریبونل‘ میں چالیس سال پرانے الزامات کے تحت وہ مقدمے چلائے جارہے ہیں، جو نہ کبھی درج ہوئے اور نہ کبھی اُن کا نشانہ بننے والوں کے خلاف آواز اُٹھائی گئی اور اب اچانک انھیں پکڑ کر مقدمے چلانے کا ڈراما کھیلا جارہا ہے‘‘۔(۲۳مارچ ۲۰۱۳ء)

علامہ دلاور حسین سعیدی کی جانب سے قرآنی تعلیم کا پروگرام سالہا سال سے پورے بنگلہ دیش کے ہر ضلعی صدر مقام میں پھیلا ہوا تھا۔ اس پھیلاؤ کی نسبت سے چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:
● راج شاہی کے گورنمنٹ مدرسہ گراؤنڈ میں مسلسل ۳۵ برس تک، ہرسال ۳ دن درس دیتے۔
● کھلنا کے سرکٹ ہاؤس میدان میں ۳۸ برس تک، ہرسال ۳ روز درسِ قرآن دیتے۔ ● بوگرہ شہر کے مرکزی میدان میں ۲۵ برس تک ۳ روز تک درسِ قرآن دیتے۔ ● چٹاگانگ پریڈ گراؤنڈ میں ۲۹ سال تک ۵ دن باقاعدہ قرآن کا پیغام ہرخاص و عام تک پہنچاتے اور شرکا کی تعداد بلامبالغہ ۶، ۷ لاکھ سے زیادہ سامعین پر مشتمل ہوتی۔ ● سلہٹ، گورنمنٹ عالیہ مدرسہ گراؤنڈ میں مسلسل ۳۳ برس تک ۳ روز محفل قرآن کے پروگرام کرتے۔ ● ڈھاکہ پلٹن میدان اور کملاپور ریلوے میدان میں ۳۴ برس تک ہرسال تین، تین روز درس قرآن پروگرام کرتے رہے، جن میں لاکھوں سامعین شرکت کرتے --- ہرجگہ خواتین کی شرکت کے لیے الگ سے انتظامات کیے جاتے جنھیں وہاں کے اہلِ خیر مل کر یقینی بناتے۔

ڈاکٹر محمد نورالامین (لندن) نے اپنی یادداشت میں لکھا: ’یہ ۱۹۷۹ء کی بات ہے کہ میں نواکھالی ڈسٹرکٹ اسکول گراؤنڈ میں سنجیدگی یا اخلاص کے ساتھ نہیں بلکہ مذاق اور شغل کے جذبے کے تحت سعیدی صاحب کے درس میں شریک ہوا۔ وہاں چند منٹوں کا خطاب سننے، اور ہر جملے میں براہِ راست قرآن کریم کا مخاطب ہونے پر یہ سوچتا رہ گیا کہ مجھ سے قرآن مخاطب ہے یا یہ فاضل مقرر مجھے پکار رہے ہیں۔ میرا یہ ارادہ کہ چند منٹ تماشا دیکھ کر واپس چلا آؤں گا، ریت کی دیوار

ثابت ہوا، اور مَیں وہیں دیر تک کھڑا خطاب سنتا رہا۔ علّامہ سعیدی کا اندازِ گفتگو، طرزِ استدلال، سنجیدگی، علمی گہرائی اور وسعت، دردمندی، اخلاص اور دل کی دُنیا کو جھنجھوڑتی باوقار آواز___ بتا نہیں سکتا کہ ایک خطاب میں کتنے رنگ میرے دل و دماغ کی دُنیا کو ایک نئے پہلو سے متعارف کرانے کا ذریعہ بن گئے۔ مولانا سعیدی نے ہماری روز مرہ کی زندگی کے بڑے بڑے مسائل کو اُٹھایا، قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا فی زمانہ حل بتایا اور سامعین کو کام کا عملی منصوبہ تھمایا۔ ان کی گفتگو میرے لیے اتنی دل پذیر اور روح پرور بن گئی کہ وہیں شامیانے کے نیچے بیٹھ گیا اور اختتام تک خطاب سنتا رہا۔ تب میرے لیے اس میں حیرت کا یہ زاویہ بھی تھا کہ قرآن، عربی، یادداشت اور موزوں الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ وہ جدید سائنسی علوم کے سماجی پہلوؤں پر کامل گرفت کے ساتھ کلام کرنے کی صلاحیت سے سرفراز تھے‘‘۔

بنگلہ دیش میں کس قسم کی سفاک، فاشسٹ اور بھارت کی آلۂ کار پارٹی، عوامی لیگ گذشتہ پندرہ برسوں سے حکومت کر رہی ہے؟ اس کا اندازہ محض چند مثالوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہ چند خبریں عوامی لیگ کے اُس مزاج کا اچھا تعارف کرا دیتی ہیں، جس مزاج کے ساتھ اُس نے ۱۹۶۹ء سے مشرقی پاکستان پر قبضہ جمایا، ۱۹۷۰ء میں تمام مدِ مقابل متحدہ پاکستان کی حامی پارٹیوں کو تشدد کر کے میدان سے باہر نکال دیا، اور ۱۰ دسمبر ۱۹۷۰ء کو پولنگ اسٹیشنوں پر قبضہ کر کے من مانا، سو فی صد نتیجہ حاصل کرلیا، جسے عقل کے اندھے دانش ور ’’شفاف ترین الیکشن اور بنگلہ دیش کے حق میں ریفرنڈم‘‘ قرار دیتے ہیں۔ جس مزاج کے ساتھ ۷۰ سال پہلے عوامی لیگ کو بنایا، اُٹھایا اور غالب کرایا گیا تھا۔ اُس کی جانب سے آج بھی وہی فاسد خون بنگلہ دیش کی نئی نسل میں منتقل کیا جا رہا ہے:

● ۱۵؍اگست کو جماعت اسلامی ڈھاکہ نے سعیدی صاحب کی نمازِ جنازہ کا اعلان کیا تو انھیں جبری طور پر روک دیا گیا۔ اس سے قبل جب سعیدی صاحب کے انتقال کی خبر پھیلی تو لاکھوں لوگ ہسپتال پہنچے، جنھیں منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس اور لاٹھی چارج کیا اور ایک کارکن فرقان الدین کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔

● فیروز پور میں جنازے کے لیے لوگوں کی آمد روکنے کی غرض سے سڑکوں پر سرکاری طور پر رکاوٹیں کھڑی کی گئیں۔ اس کے باوجود لاکھوں لوگ جنازے میں شریک ہوئے، جن کی آنکھیں

آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

● عوامی لیگ کی حامی تنظیم بنگلہ دیش 'اسٹوڈنٹس لیگ' (چھاترو لیگ) کھلنا شہر نے اپنے ۶ پارٹی لیڈروں کو اس 'جرم' میں پارٹی سے نکال دیا ہے کہ انھوں نے دلاور سعیدی کے انتقال پر فیس بک پر غم کا اظہار کیا تھا۔ اسی طرح عوامی لیگ کے مقامی لیڈروں شاہ عالم اور خوندکر رحمان کو اس بنا پر عوامی لیگ سے خارج کر دیا گیا کہ انھوں نے دلاور سعیدی کی نمازِ جنازہ میں 'شرکت کے جرم' کا ارتکاب کیا۔ (روزنامہ سنگرام، ڈھاکا، ۲۲/اگست ۲۰۲۳ء)

● شہید مینار جامع مسجد نواکھالی کے خطیب انور حسین نے بتایا: ''میرے پاس اپنا دُکھ بیان کرنے کے لیے ہمت اور الفاظ نہیں ہیں کہ کس طرح بتاؤں؟ جس مسجد میں مَیں پندرہ برس سے قرآن کی تعلیم اور باقاعدگی سے خطبہ دے رہا ہوں، وہاں نمازِ جمعہ کے بعد ایک اعلیٰ درجے کے مسلمان جناب سعیدی کی مظلومانہ موت پر، محض مغفرت کے چند جملے ادا کرنا مسجد سے میری برطرفی کی بنیاد بنالیا گیا''۔ (روزنامہ سنگرام، ڈھاکا، ۲۲/اگست ۲۰۲۳ء)

● کمار باڑی (جیسور) کے تھانہ شرشا میں گلاپول جامع مسجد کے امام مولانا اشرف الاسلام نے بتایا: ''میں ۲۱/اگست کو مغرب کی نماز پڑھنے اپنی مسجد میں جارہا تھا کہ سات، آٹھ نقاب پوش نوجوانوں نے یہ کہتے ہوئے مجھے راستے میں روک لیا کہ تم نے سعیدی کے لیے مغفرت کی دعا کیوں کی؟ اور چاقو، بلیڈ مارنے شروع کردیئے۔ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے میں بے ہوش ہوکر گر پڑا تو کچھ لوگوں نے جنرل ہسپتال جیسور میں داخل کرادیا''۔ ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر مرسلین نے بتایا کہ ''امام کے جسم پر تیز دھار آلات سے متعدد گہرے زخم آئے ہیں، بہت زیادہ خون بہہ چکا ہے اور وہ زیرعلاج ہیں''۔ (روزنامہ سنگرام، ڈھاکا، ۲۲/اگست ۲۰۲۳ء)

● نندائل، ضلع میمن سنگھ میں بنگلہ دیشی اسٹوڈنٹس لیگ نے اپنے ۸ لیڈروں کو اس لیے پارٹی سے مستقل طور پر نکال دیا کہ انھوں نے فیس بک پر مولانا دلاور سعیدی کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے چند جملے لکھے تھے۔ اسٹوڈنٹس لیگ نے ڈھاکہ پوسٹ کو بتایا: ''سعیدی کی موت پر افسوس کا اظہار کرنا، ہماری پارٹی کے اصولوں اور مقاصد سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، اس لیے ہم ایسے کسی فرد کو برداشت نہیں کرسکتے''۔ (روزنامہ سنگرام، ڈھاکا، ۲۲/اگست ۲۰۲۳ء)

علّامہ سعیدی کی زندگی ایک دینی اور قومی ہیرو کی سی زندگی کا عنوان ہے۔ جس میں عقیدت بھی ہے اور عظمت بھی۔ سچائی پر جم کر کھڑے ہونے کا پیغام بھی ہے اور حق کے لیے جان دینے کے اسوۂ حسینیؓ سے وابستگی کا روشن نقش بھی۔ انھوں نے دین سے محبت، قرآنی تعلیم و تدریس کے شوق اور سیاست میں خدمت کی شاہراہ پر چلتے ہوئے، خوشی خوشی اپنی قتل گاہ تک کا سفر طے کیا۔ علّامہ دلاور حسین سعیدی نے نہ صرف بنگلہ دیش بلکہ برصغیر جنوبی ایشیا کے تمام ممالک میں اسلامی تاریخ کے دبستانوں پر اَن مٹ اثرات چھوڑے ہیں، جن سے آیندہ نسلیں سبق اور عزم کی سوغات پاتی رہیں گی، گفتگو کرتی رہیں گی۔

سوائی مادھو پور، راجستھان، انڈیا سے بلند پایہ شاعر جناب سرفراز بزمی نے اس موقعے پر کہا:

سفید ریش، جبینوں پہ ضوفگن سجدے — فرشتے دار پہ آتے ہیں مسکراتے ہوئے
رہ وفا کے شہیدو، سلام ہو تم پر — تمھی تو غیرتِ اُمت کی آن بان ہوئے
جھکے نہ نخوتِ شاہی کے آستانے پر — بلا سے راہِ وفا میں لہولہان ہوئے